کیں، وہ یہ ہیں:

۱۔ محمد بن عمر الواقدی (م ۲۰۷ھ)۔ واقدی نے سیرت کے مختلف پہلوؤں پر متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ ان کا خاص موضوع مغازی رہا ہے۔ انھوں نے اس سلسلے کی سب سے زیادہ معلومات فراہم کی ہیں۔ سیرت نگاروں نے ان پر اعتماد کیا ہے، لیکن محدثین کے نزدیک ان کی شخصیت متنازع رہی ہے۔

۲۔ محمد بن سعد بن منیع البصری (۱۶۸۔۲۳۰ھ)۔ ابن سعد اہل علم کے نزدیک ثقہ اور قابل اعتماد ہیں۔ وہ کاتب الواقدی مشہور ہیں۔ ان پر اس پہلو سے جرح کی گئی ہے کہ واقدی پر ان کا زیادہ اعتماد رہا ہے، ان کی معلومات کا بڑا ذریعہ واقدی کی تصنیفات ہیں۔ اس کے باوجود ان کی کتاب 'الطبقات الکبریٰ' سیرت کا ایک اہم ماخذ ہے۔ اس میں انھوں نے واقدی کے علاوہ اپنے پیش رو دیگر مصنفین سے فائدہ اٹھایا ہے۔

۳۔ محمد بن اسحق (پیدائش: ۸۵ھ، وفات: ۱۵۱ اور ۱۵۳ھ کے درمیان)۔ تاریخ اور سیرت پر ان کی معلومات بہت وسیع تھیں۔ انھوں نے اپنی کتاب میں سیرت کا مختلف پہلوؤں سے احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے، لیکن ان کی شخصیت اہلِ علم کے درمیان زیرِ بحث رہی ہے۔ بعض نے انھیں ثقہ اور قابل اعتماد قرار دیا ہے تو بعض نے ان پر جرح بھی کی ہے اور ان کے پیش کردہ مواد اور معلومات پر شک وشبہ کا اظہار کیا ہے۔

۴۔ ابن ہشام (محمد عبدالملک بن ہشام بن ایوب الحمیری م ۲۱۸ھ) نے ابن اسحق کی سیرت کی تلخیص وتہذیب کی، غیر متعلق مباحث کو حذف کیا اور فروگزاشتوں کی اصلاح کی۔ ابن ہشام کی اس خدمت کو بڑی شہرت حاصل ہوئی اور سیرتِ ابن ہشام نے ابن اسحق کی سیرت کی جگہ لے لی، اس کی شرحیں لکھی گئیں اور تلخیص بھی کی گئی۔ سیرت نگاروں کا اس پر بڑا اعتماد رہا ہے۔

۵۔ طبری (م ۳۱۰ھ)۔ ان حضرات کے بعد امام ابن جریر طبری نے 'تاریخ الامم والملوک' تصنیف کی۔ اس میں ابتداء آفرینش سے اپنے دور تک کے حالات جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس میں سیرت کے متعلق معلومات کا بڑا ذخیرہ موجود ہے۔

طبری مورخ ہی نہیں، مفسر اور فقیہ بھی ہیں۔ انھوں نے اپنے پیش رو سیرت نگاروں کے مواد کو ممکنہ تحقیق کے ساتھ جمع کیا ہے۔

یہ پانچ شخصیات وہ ہیں جو سیرت کے میدان میں سب سے نمایاں مقام کی حامل ہیں اور جن کی تصنیفات کو بنیادی مآخذ کی حیثیت حاصل ہے۔ ان کے علاوہ بعض اور اصحاب نے بھی سیرت پر براہِ راست معلومات فراہم کی ہیں، لیکن متاخرین نے ان ہی پانچ پر زیادہ تر اعتماد کیا ہے، ان ہی کی تصنیفات سے اخذ و استفادہ کیا ہے اور ان ہی کے فراہم کردہ مواد کو اپنے انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

سیرت کے میدان میں ان کوششوں کی قدر و قیمت تسلیم شدہ ہے، لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ حدیث کی طرح سیرت کے سلسلے میں صحت کا اہتمام نہیں ہوا۔ ان کی چھان بین اور تحقیق کا حق ادا ہوا نہ اس کے لیے اصولِ حدیث کی طرح اصول وضع ہوئے۔ اس وجہ سے ان میں ضعیف اور قوی، قابلِ اعتماد اور نا قابلِ اعتبار، ہر طرح کی روایات جمع ہوگئیں۔ اسی لیے اہلِ علم نے توجہ دلائی ہے کہ ان سے واقعاتِ سیرت اخذ کرنے میں احتیاط کی ضرورت ہے۔[۱]

کتبِ سیرت میں معروف اور مشہور روایات کے ساتھ شاذ روایات بھی ملتی ہیں۔ ان سے جدّت اور نئے پن کا احساس ہوتا ہے اور قاری چونکتا ہے۔ ان کی بنیاد پر مشہور روایات کی تردید کی جاسکتی ہے اور بعض اوقات کی بھی جاتی ہے، جو حزم و احتیاط کے منافی ہے۔ پیشِ نظر مضامین میں کتبِ سیرت سے اخذ واستفادہ میں دو باتوں کا خیال رکھا گیا ہے:

ایک یہ کہ مشہور روایات کو بنیاد بنایا جائے اور شاذ روایات سے احتراز کیا جائے۔ دوسرے اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ ان ہی روایات کو لیا جائے جنھیں ان سیرت نگاروں نے نقل کیا ہے جو ائمۂ حدیث اور اس فن کے ماہر ہیں، جیسے امام ذہبی، علّامہ ابنِ کثیر، علّامہ ابنِ قیم اور حافظ ابنِ حجر رحمہم اللہ۔ کہیں کہیں اس میں کوتاہی بھی ہوئی ہوگی۔ بہرحال ان مضامین کو اپنی حد تک معتبر بنانے کی کوشش کی گئی ہے، لیکن انسان کی کوئی بھی کوشش خامیوں سے پاک نہیں ہوسکتی۔ والعصمۃ والعظمۃ للہ وحدہ۔ ☆☆☆

---

[۱] اس کی کسی قدر تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: حلبی، السیرۃ الحلبیۃ: ۱/ ۳، ۴

تحقیق وتنقید

اسلام کی حفاظت واشاعت میں نجاشیؓ کا کردار

پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی

'مکی اسوۂ نبوی' کی تالیف کے دوران راقم سطور کی ساری توجہ مکی دور میں حبشہ کی مسلم امت کے کردار وعمل پر مرکوز رہی۔ ا۔ اپنی بے بصیرتی کا بھی اعتراف ہے کہ اس وقت بہت سے اہم ترین اور شخصیت ساز گوشے اور عہد آفرین واقعات نظر سے اوجھل رہے۔ عام سیرت نگاروں اور اکابر محققین کے رویے کی توجیہ یوں کی جاسکتی ہے کہ وہ ان کا میدانِ تحقیق ہی نہ تھا۔ تاہم ان کی نگارشات وتحقیقات نے مکی ومدنی دور کی حبشی مسلم امت اور ان کے سربراہ کے کردار وعمل کا خوب جائزہ لیا۔ اگرچہ وہ معلومات و جزئیات کی کمی کی وجہ سے تشنہ رہا۔ اس موضوع کی روایات تو جمع کردی گئیں، لیکن ان کا تجزیہ نہ ہوسکا۔ اسی کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ ایک الگ بابِ تحقیق کا موضوع تھا، جسے وہ اپنے تاریخی بیانیے میں کھپا نہ سکے۔ ۲۔ بیش تر سیرت نگاروں نے ایک دو کتابوں کی تالیف یا چند مضامین ومقالات کی تصنیف کے بعد قلمِ تحقیق ہاتھ سے رکھ دیا۔ خاک سار راقم پر خاص فضل وکرمِ الٰہی رہا کہ سیرت نگاری کے مختلف اور نئے موضوعات و جہات پر قلم فرسائی کرتا رہا۔ ۳۔ مختلف اسباب سے موضوعِ زیر بحث پر تحقیق کرنے کا خیال آیا اور مطالعہ اور فکر وتدبر نے اس کے خدوخال واضح کیے۔ لہٰذا اس وقیع موضوع پر مطالعۂ خاک سار پیش خدمت ہے:

محفوظ ملک

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اذن وحکم سے معاند قریشی عوام وخواص کے ستائے

ہوئے مسلمانانِ مکہ نے سرزمینِ حبشہ کی طرف ہجرت کی، کیونکہ وہ بہ فرمانِ نبوی 'ارضِ عدل وصدق' تھی اور اس کے حکم رانِ عادل نجاشی کے ملک میں کسی پر ظلم و جبر نہیں کیا جاتا تھا، حالاں کہ وہ ایک غیر عرب ملک تھا، جو بحر احمر کے پار افریقہ میں واقع تھا اور اس کا حکم راں عقیدہ و مذہب کے لحاظ سے عیسائی تھا۔ قدیم ترین سیرت نگاروں کے سرخیل ابن اسحاق نے بلاسند یہ فرمانِ نبوی نقل کیا ہے: ''لو خرجتم الیٰ ارض الحبشۃفان بھامَلِکاً لایظلم عندہ احد،وھی أرض صدق، حتی یجعل اللہ لکم فرجاًمما انتم فیہ'' (تم لوگ سرزمین حبشہ میں چلے جاؤ۔ وہاں ایک ایسا بادشاہ ہے جس کے یہاں کسی پر ظلم نہیں ہوتا۔ وہ پاک سرزمین ہے۔ وہاں اس وقت تک رہو جب تک اللہ تعالیٰ تمہارے معاملے میں کوئی کشادگی نہ پیدا کردے'۔ اس حدیث کے دوسرے اطراف بھی ہیں جو دوسری کتبِ سیرت وحدیث میں موجود ہیں۔ ابن اسحاق کی روایات کے ایک اہم خوشہ چیں ابن سیدالناس نے ان میں سے ایک کو بیان کیا ہے اور وہ امام عبدالرزاق کی حدیث ہے۔ بخاری کی بحث 'ہجرۃ الحبشہ' کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اس کا دوسرا طرف مختلف الفاظ میں ابن اسحاق جیسا ہی نقل کیا ہے۔ امامانِ حدیث وسیرت اور ان کے شارحین کرام نے نہ اس حدیثِ نبوی پر بحث کی ہے اور نہ اس کے ماخذ وسرچشمہ کا حوالہ دیا ہے۔ [۴] بہرکیف یہ واضح ہے کہ وہ وحی الٰہی اور ہدایتِ ربانی پر مبنی فرمان تھا، کیوں کہ آپؐ کی احادیث بھی قرآنی وحی کی طرح وحی ربانی ہوتی تھیں۔ ظاہری طور پر یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی حکمتِ بالغہ سے مختلف امصار و دیار اور ان کے اکابر کے بارے میں واقفیت رکھتے تھے۔ [۵]

مکی مسلمانوں کی ہجرت

نبوت کے پانچویں اور چھٹے سال مختلف قریشی خاندانوں سے تعلق رکھنے والے تقریباً سو مسلمان مختلف مرحلوں میں حبشہ کو ہجرت کر گئے۔ ان میں بیش تر نوجوانانِ قریش تھے، جن میں کنوارے بھی تھے اور شادی شدہ بھی، جو اپنے اہل وعیال کے ساتھ

مامون ملک میں پناہ لینے گئے تھے۔ ان کی حفاظت کی خاطر رسولِ اکرم ﷺ نے شاہِ حبشہ نجاشی کو فرمان نامہ بھی ارسال فرمایا تھا، جس میں ان کو قریشی مظالم سے بچانے کا مضمون تھا۔ روایات کے مطابق بنو ہاشم و بنومطلب کے شیخ اور رسول اکرم ﷺ کے چچا ابوطالب بن عبدالمطلب ہاشمی نے بھی بعض خطوط لکھے تھے۔ مہاجرینِ حبشہ کے بیانات کو رسول اکرم ﷺ کے فرمانِ وحی آمیز نے مستند کیا تھا اور خطوطِ ابوطالب نے ایک شیخِ مکہ کی درخواست سے اس کو مزید سیاسی اور سفارتی تقویت پہنچائی تھی۔ ان سب سے زیادہ خود نجاشی کی مظالم رسیدہ قوم کی حفاظت کی جبلّت تھی۔ مکی مہاجرینِ حبشہ کی ایک پڑوسی ملک میں سکون واطمینان کی زندگی اور اپنے دین و مذہب کے مطابق عبادت گذاری معاند اکابر قریش کو ایک آنکھ نہ بھائی۔ انھوں نے قومی مجلس میں بحث وفیصلہ کے مطابق پناہ گزیں مکیوں کو حبشہ سے واپس لانے کا منصوبہ بنایا اور زیرک وحکیم سفارت کاروں کے وفود بھیجے۔ حضرت عمرو بن العاص سہمیؓ، جو دورِ جاہلی میں اپنی حکمت و دانش اور سفارت کاری کے داؤ پیچ اور سیادت و سیاست کے فن کے ماہر تھے، وہی سربراہِ وفود رہے تھے، مگر ان کے تمام سماجی، دینی، علاقائی اور سفارتی کارناموں کا نتیجہ صفر رہا اور وہ پناہ گزینوں کو واپس لانے میں ناکام رہے۔ ان کے بعض ارکانِ وفد اور مکہ مکرمہ کے بہت سے اکابر وشیوخ مظالم کے خلاف بھی تھے اور پناہ گزیں مہاجرین کے خلاف سخت اقدامات کے مخالف بھی کہ وہ بہرحال ان کے اپنے عزیز وقریب تھے اور ان سے خون وقرابت کے گہرے رشتے تھے، کیا ہوا کہ وہ جدا دین رکھتے تھے۔ ٦؎

نجاشی کا حکیمانہ عدل وانصاف

غریب الوطنی، عزیزوں اور رشتہ داروں سے مفارقت اور مقامی لوگوں کے استہزاء وغیرہ کا مداوا کوئی حکومت نہیں کرسکتی۔ طاقت وحکومت کے ذریعہ قانون بنایا اور نافذ کیا جاسکتا ہے اور نجاشی نے وہ کیا بھی، لیکن سماجی خوف اور پریشان حالی کے لیے کچھ نہ کرسکے۔ نجاشی نے بہرحال قوانین کے ذریعہ مہاجرینِ حبشہ کی حفاظت کے ساتھ سماجِ غیر میں مہذب سلوک کی

جدوجہد بھی کی۔ قانونی طور سے ان کا ایک عادلانہ کام یہ تھا کہ اگر کوئی حبشی یا عیسائی شہری مسلم مہاجرین میں سے کسی کو کسی قسم کی اذیت دے گا تو اسے چار درہم جرمانہ ادا کرنا پڑے گا۔ غالباً اس کے بعد بھی زبانی تعذیب اور سماجی طنز و تشنیع کا سلسلہ کسی حد تک جاری رہا تو مہاجرین کی درخواست پر کہ یہ رقمِ جرمانہ روک تھام میں ناکافی ہے، نجاشی نے اسے دوگنا یعنی آٹھ درہم کردیا۔ یہ تدبیر خاصی موثر رہی۔ تاہم غیرملک میں مہاجرین حبشہ کے ساتھ بیگانگی اور سردمہری کا جو سلوک ہوتا رہا، وہ بھی سوہانِ روح تھا، جیسا کہ حضرت جعفر بن ابی طالب ہاشمیؓ کی زوجۂ مہاجرہ حضرت اسماء بنت عمیسؓ کا بیان صحیح بخاری وغیرہ میں پایا جاتا ہے۔ حکومتی اور انتظامی سطح پر بہرحال حضرت نجاشی نے ایک دوسرا حکم جاری کیا کہ مہاجرینِ حبشہ کے لیے کھانے اور کپڑے کا انتظام سرکاری خزانے سے کیا جائے: "أَمَرَ لَنَا بِطَعَامٍ وكِسوَةٍ" جیسا کہ ابن کثیر نے حافظ ابونعیم کی دلائل النبوۃ کی بنا پر لکھا ہے۔ سرکاری کفالت کا یہ اقدام صرف اس بنا پر کیا گیا کہ حکم راں مہرباں اور عادل تھا اور مقامی آبادی کی اکثریت بے نیاز و بے مروّت تھی۔ ۷

مہاجرین کو تجارتی مراعات

قدیم جاہلی دور سے قریشِ مکہ اور دوسرے طبقات اور خاندانوں کے حبشہ سے گہرے تجارتی تعلقات چلے آ رہے تھے۔ وہ مکی دورِ نبوی میں بھی جاری رہے اور قریشی اکابر اور مکی سوداگر برابر عرب حبشہ تجارت کے باہمی کاروبار میں مشغول رہے تھے۔ عربی اور قریشی تاجر ہر سال کے ہر زمانے میں حبشہ تجارت کے لیے مسلسل آتے رہتے تھے، کیوں کہ وہ ان کی خاصی اہم تجارتی منڈی تھی۔ یہاں تک کہ جب قریشی وفود اور ان کے اشراف و سفارت کار مہاجرینِ حبشہ کے انخلا اور خروج کے مقصد سے گئے تو سامانِ تجارت ساتھ لے گئے۔ یہ دراصل قریشی اور عرب تجارت کا ایک اصول و دستور تھا کہ جنگ و امن کسی بھی موقعہ پر تجارت اور کاروبار کو نہیں بھولتے تھے۔ حبشہ میں مکی سامانِ تجارت میں چمڑے کے سامان - کھالوں اور دوسری مصنوعات - کی بڑی مانگ تھی اور وہ

زیادہ سے زیادہ تعداد میں لاتے تھے۔ اسی طرح حبشی تاجر وکاروباری عرب کی مختلف منڈیوں، خاص کر مکہ اور طائف کے قرب و جوار کے علاقوں میں مختلف سامانِ تجارت لاتے تھے۔ روایاتِ سیرت مہاجرینِ حبشہ کی تجارتی سرگرمیوں اور ان کی شاہی محافظت ومراعات کے بارے میں خاموش ہیں، لیکن دوسرے سماجی شواہد اور دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ مہاجرینِ حبشہ کی اتنی بڑی تعداد مدتوں تک محض مراحم خسروانہ پر زندہ نہیں رہی تھی۔ اول تو حکومتی وظائف کھانے کپڑے ہی کا مستقل بار نہ سنبھال سکتے تھے، تو دوسرے اخراجات و ضروریات کے لیے کیا سامانِ کفالت کرتے۔ دوسرے تمام مہاجرینِ حبشہ قریشی اشراف خاندانوں کے جوان وخود دار افراد تھے اور اپنی مکی زندگی میں تجارت وکاروبار میں مقام بنا چکے تھے۔ لہٰذا قیاس کہتا ہے کہ وہ اپنی مہاجرت کے زمانے میں اپنی ضروریات کی تکمیل کاروبار وتجارت سے کرتے تھے اور ملکی تجارت میں حصہ لیتے تھے۔ اس پر ابھی تحقیق باقی ہے، مگر ہجرتِ مدینہ کے بعد مہاجرینِ مکہ انصار کے بے مثال ایثار کے بعد جس طرح تجارت وکاروبار کرنے لگے تھے، اسی طرح وہ ہجرتِ حبشہ کے قیام کے زمانے میں بھی ضرور کرتے رہے ہوں گے۔ اس قیاس کو تقویت اس سے ملتی ہے کہ متعدد مہاجرینِ حبشہ نے بعد میں ہجرتِ مدینہ کر کے دوہری مہاجرت کا تجربہ اور اجر وثواب حاصل کیا تھا، وہ کسی طرح اپنے معاشی معاملے سے روگردانی نہ کر سکتے تھے کہ وہ ان کے خون میں شامل تھا۔ ان میں حضرت عثمان بن عفان اموی، عبدالرحمن بن عوف زہری، زبیر بن عوام اسدی، ابوحذیفہ بن عتبہ عبشمی، ابوسلمہ بن عبدالاسد مخزومی، عثمان بن مظعون جمحی، عمرو وخالد فرزندانِ سعید بن العاص اموی رضی اللہ عنہم جیسے تجربہ کار اور مکی دور میں مسلمہ تجارِ قریش تھے اور دوسروں کی تعداد بھی کم نہ تھی۔ ان کے علاوہ متعدد حضرات وخواتین صنعت ودست کاری کے پیشہ سے وابستہ رہے تھے اور متعدد مہاجرین کا مشغلہ مزدوری کا رہا تھا۔ قوی امکان ہے، بلکہ قریب قریب وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ مہاجرینِ حبشہ نے حصولِ معاش کے روایتی طریقے اپنائے تھے اور حکومت نے ان کو مراعات دی تھیں۔ ۸؎

تحفظِ مہاجرین کا تسلسل

روایاتِ سیرت و تاریخ اور احادیث و آثار کا اتفاق ہے کہ مہاجرینِ حبشہ کی ایک بڑی تعداد وہاں آباد و مقیم رہی۔ اگرچہ اکابرِ مکہ کے اسلام لانے کی خبر سن کر ایک بڑی تعداد مکہ مکرمہ لوٹ آئی تھی اور وہاں سماجی تحفظ کے نظام کے تحت بعض سرداروں کے تحفظ و جوار میں اپنے اپنے گھروں اور خاندانوں میں رہنے لگی تھی۔ مہاجرین کی بقیہ تعداد واپس حبشہ چلی گئی اور شاہ نجاشی نے ان کو وہی تحفظ فراہم کر دیا۔ بعد کے واقعات و روایات اور شاہ نجاشی کے عادلانہ اور خسروانہ طریق سے یہ بھی قیاس کیا جا سکتا ہے کہ ان مہاجرین کی آمد و رفت میں حکومتِ وقت نے مالی یا مادی امداد فراہم کی تھی، جیسے مہاجرینِ حبشہ کے آخری انخلا کے وقت نجاشی نے کشتیوں کا انتظام کیا تھا۔ حبشہ واپس جا کر دوبارہ بسنے والے مہاجرین کی تعداد تیس چالیس کے درمیان بتائی جاتی ہے۔ یہ لوگ وہاں قریب قریب دس بارہ سال مزید مقیم رہے اور ان کے بال بچے پیدا ہوئے، جنھوں نے سماجِ حبشہ میں پرورش پائی۔ اس میں تعلیم و تربیت اور دوسرے سماجی معاملات بھی شامل تھے۔۹؎

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور ان کے ساتھ اشعری اور دوسی مہاجرین کا ایک نیا دستہ حالات کے ہاتھوں حبشہ جا پہنچا۔ طوفانی ہوائیں ان کی کشتیوں کو مدینہ منورہ لے جانے کے بجائے حبشہ کے ساحل پر لے گئیں، حالاں کہ وہ ہجرتِ نبوی کی خبر سن کر مدینہ کے قصد سے نکلے تھے۔ ان کی تعداد کافی تھی۔ بخاری وغیرہ کی روایات کے مطابق حضرت جعفر بن ابی طالب ہاشمیؓ کے مشورے پر وہ حبشہ میں ہی مقیم رہے کہ ان کے لیے یہی اذنِ نبوی تھا۔ ابن اسحاق وغیرہ نے مکی مہاجرین کے بقیہ افراد کی آخری واپسی کے واقعہ میں چونتیس (۳۴) افراد کے اسماء گرامی خاندان وار گنائے ہیں ۱۰؎ لیکن ان کے ساتھ نہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے ساتھ اشعری اور دوسی مہاجرین حبشہ کی واپسی بیان کی ہے، نہ ان کے نام لیے ہیں اور نہ ان کی تعداد ذکر کی ہے۔ دوسری روایات اور شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ ان یمنی مہاجرین حبشہ کی تعداد ایک سو کے قریب یا اس

سے کچھ زیادہ تھی۔ ہجرتِ نبوی کے بعد کم از کم ڈیڑھ سو مہاجرینِ حبشہ کی حفاظت و کفالت اور سرپرستی و وکالت کا منصفانہ کارنامہ نجاشی نے انجام دیا تھا۔۱۱؎ اسی کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قاصدِ خاص حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ اور ان کے قافلہ و وفد کی مہمان داری اور ضیافت بھی وہ کرتے رہے تھے۔ مکی اور مدنی دونوں ادوار میں قاصدینِ نبوی اور دوسرے اسلامی وفود کا مرکزِ نبوت سے حبشہ جانا ایک مسلّمہ امر ہے اور ان کا دورانیہ بھی خاصا تھا۔۱۲؎ اس پورے دور میں حضرت نجاشیؓ نے اور ان کے بعد ان کے جانشین نے پورے تحفظ و حمایت اور کفالت و سرپرستی کا شاندار کارنامہ انجام دیا تھا۔

اشاعتِ اسلام کی مساعی

بحث کا دوسرا حصہ حبشہ میں حضرت نجاشیؓ کی اشاعت و تبلیغ دین کی مساعی پر مشتمل ہے، جو ایک طویل مدت تک جاری رہا۔ یہ سنہ ۵-۶ نبوی/ ۶۱۵-۶۱۶ء میں ہجرتِ حبشہ کے آغاز سے سنہ ۷ھ/ ۶۲۹ء میں تمام قریشی اور یمنی مہاجرین کی مدینہ واپسی تک تقریباً تیرہ چودہ برسوں کا عرصہ ہے۔ یہ کوششیں نجاشی کے فرزند و جانشین نے بھی بعد میں جاری رکھیں۔ ان کے کئی پہلو اور جہات ہیں اور ان سب کے اثرات و نتائج بھی کافی موثر و نتیجہ خیز رہے تھے۔ ان کا ذکر آئندہ سطور میں ایک منطقی ترتیب سے کیا جاتا ہے۔

اسلامِ نجاشیؓ

روایاتِ سیرت و تاریخ اور آثار و احادیث نبوی سے ثابت ہے کہ معاصر اولین نجاشی حضرت اصحمہ بن ابجرؓ نے دربار میں حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کی تقریر اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام سننے کے بعد نہ صرف آپؐ کی تصدیق کی تھی، بلکہ اسلام بھی قبول کرلیا تھا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنے اسلام کو چھپایا تھا، تاکہ ان کے مذہبی رہنما (بطارقة) اور دوسرے امراء ہنگامہ نہ کھڑا کردیں، جب کہ بعض دوسری روایات و احادیث سے حقیقت اجاگر ہوتی ہے کہ حضرت نجاشی اولؓ نے سفیرانِ نبوی کے ذریعہ اپنے خطوط و پیغامات میں اور مہاجرینِ حبشہ کے واسطہ

سے بھی اپنے اسلام قبول کرنے کا ذکر کیا تھا اور خدمتِ نبوی میں اس کا اقرار و اظہار کرنے کا ولولہ دکھایا تھا۔ بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ حضرت نجاشیؓ نے امورِ مملکت اور حکم رانی کی مکروہات میں مبتلا ہونے کے سبب بارگاہِ نبوی میں حاضری سے معذرت کی تھی، لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی عرض بھیجی تھی کہ حکم ہو تو سب کچھ تج کر کے حاضرِ خدمت ہو کر قدم بوسی کروں، تاکہ اسلام کے اثبات کے ساتھ شرفِ صحبت بھی مل جائے۔ رسول اکرم ﷺ نے ان کے اظہارِ ایمان، اقرارِ اسلام، تصدیقِ رسالت، محافظتِ مہاجرین اور کفالتِ پناہ گزین کو کافی سمجھا، ان کو مکہ مکرمہ یا مدینہ آنے کی اجازت یا اذن نہیں دیا کہ اس کے بغیر ہی ان کا سچ ثابت تھا اور حبشہ کی فرماں روائی اور حکومت پر ان کا قبضہ عظیم اسلامی مصالح کا ضامن تھا۔ ان کے حبشہ سے مرکزِ نبوت میں آ بسنے سے بہت سے فوائد و ثمرات سے محرومی ہو جاتی۔ حضرت نجاشیؓ نے اپنی وصیت میں بھی اپنے اسلام لانے کا اعلان و اقرار کیا تھا اور اسے اپنے سینۂ صدق و صفا پر چسپاں کر لیا تھا۔ ان ہی اسباب اور شواہد کی وجہ سے رسولِ اکرم ﷺ نے ان کی وفات کی خبر سن کر ان کی غائبانہ نمازِ جنازہ صحابہ کے ساتھ پڑھی تھی۔ حضرت اصحمہ بن ابجرؓ کے انتقال کے بعد ان کے جانشین نجاشی حضرت ابو نیزر عبداللہ بہ حیثیت مسلم تاج دارِ حبشہ حکومت کرتے رہے اور مطیعِ مرکز رہے۔ ۱۳؎

مکی دور کے وفودِ حبشہ

بعثتِ محمدی کا واقعہ اہل کتاب میں یہود و نصاریٰ دونوں کے لیے رسول آخرالزماں ﷺ کی آمد مبارک کی بشارتِ انبیاء کے وعدۂ ربانی کا ایفاء تھا۔ ان کی کتبِ سماوی (تورات و انجیل وغیرہ) میں اوصافِ محمدی ہی نہیں، خصائص و صفاتِ صحابۂ کرام بھی بیان کی گئی تھیں۔ نصاریٰ خاص طور سے رسول آخرالزماں ﷺ کی آمد و ظہور کے منتظر تھے کہ ان کے رسول معظم حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے بعد احمد ﷺ کی نبوت و رسالت کی بشارت دی تھی۔ روایاتِ سیرت و حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی بعثت کی خبر جلد ہی عام ہو گئی تھی۔ مکہ مکرمہ، یثرب وغیرہ کے نصاریٰ اور ان کے

احبار و علماء نہ صرف اس خبر و واقعہ سے واقف ہو چکے تھے، بلکہ کئی نے آپ کی تصدیق بھی کی تھی۔ ۱۴؎ بعض روایات میں ہے کہ بعثتِ نبوی کے اولین عرصہ میں ہی حبشہ کے نصاریٰ کو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت کی خبر مل گئی تھی اور ان کا ایک بیس نفری وفد تحقیقِ احوال اور زیارت و ملاقات کے لیے ہجرتِ حبشہ سے قبل مکہ آیا اور مسجد حرام میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ملا۔ ان کے علماء اور صاحبانِ فکر و دانش نے سلام و کلام اور تعارفی بات چیت کے بعد متعدد دینی امور پر بحث و مذاکرہ کیا۔ آپؐ نے ان کے سوالات کے جوابات دیے، ان کو قرآنی آیات سنائیں، چنانچہ وہ آپ کی حقانیت سے مطمئن ہو گئے اور انھوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ دوسری روایات اور ان پر اہل علم کی تحقیقات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حبشہ کے نصاریٰ کا اولین وفد آپؐ کی خدمت میں ہجرتِ حبشہ کے بعد آیا تھا۔ بہرحال اس کا بھی امکان ہے کہ ایسے دو وفود مکہ مکرمہ کے زمانے میں آئے ہوں کہ واقعات کے تعدّد کا امکان بہ قول محدثین ہمیشہ رہتا ہے۔ تمام اختلافاتِ روایات سے قطعِ نظر یہ حقیقت مسلّم ہے کہ بہ ہر کیف مکی دور میں حبشہ کے نصاریٰ کی ایک جماعت نے دستِ نبوی پر اسلام قبول کیا تھا۔ ۱۵؎ ابن اسحاق نے اس وفدِ نصاریٰ کا ذکر تفصیل سے کیا ہے اور ان کے ضمن میں سورۂ قصص کی آیاتِ کریمہ : ۵۲-۵۵ کے نزول کا ذکر کیا ہے۔ انھوں نے نصاریٰ کے اس وفد کے بارے میں یہ خیال کہ وہ نجران سے آیا تھا، غلط قرار دیا ہے اور اس کو 'یُقال' کے صیغۂ تضعیف سے نقل کیا ہے۔ انھوں نے مزید بیان کیا ہے کہ مسجد حرام کے صحن میں اکابرِ قریش کی مجالس میں ان کے حاضرین بھی اس واقعہ کے شاہد تھے اور سخت مضطرب بھی۔ ابوجہل مخزومی حسبِ فطرت برداشت نہ کر سکا تو وفد کے ارکان سے الجھ پڑا اور ان کو سخت سرزنش کی کہ تمہارا وفد بدترین ہے، اللہ تمھیں غارت کرے، تمہارے لوگوں نے تم کو بھیجا تھا کہ اس شخص کے بارے میں خبر لے کر آؤ، لیکن تم اس کی مجلس میں بیٹھے ہی تھے کہ اپنا دین چھوڑ دیا اور اس کا دین قبول کر کے تصدیق بھی کی۔ ارکانِ وفد نے صبر و ثبات سے جواب دیا کہ "سلام علیکم، ہم آپ سے اپنی بات پر جہالت بھری بحث نہیں کریں گے، آپ کا موقف آپ کے ساتھ اور

ہم نے جو صحیح سمجھا اسے اختیار کرلیا"۔ دوسرے سیرت نگاروں نے بھی اس وفد اور اس کے قبول اسلام کے واقعات کا ذکر تفصیل سے کیا ہے۔۱۶؎

مدنی دور کے وفودِ حبشہ

سیرت نگاروں اور مورخوں نے مدنی عہد نبوی میں صرف ایک اور حبشی وفد کی آمد اور زیارتِ نبوی کا ذکر کیا ہے۔ روایات کے مطابق یہ وفد ستّر (۷۰) افراد پر مشتمل تھا اور حضرت جعفر بن ابی طالب ہاشمیؓ کے زیر قیادت مہاجرینِ حبشہ کے آخری حصہ کی وطن واپسی پر ساتھ آیا تھا۔ ایک روایت یہ ہے کہ وہ سب قدیم مسلمان تھے، یعنی بارگاہِ رسالت میں حاضری سے قبل اپنے ملک میں ہی اسلام لا چکے تھے۔ دوسرا خیال یہ ہے کہ مدینہ میں زیارتِ نبوی کے موقعہ پر آپ کے دستِ مبارک پر اسلام لائے۔ ان دونوں روایات میں کوئی تضاد نہیں ہے۔۱۷؎ واقعہ تو یہ تھا کہ وہ تمام حبشی افراد پہلے اسلام لا چکے تھے۔ مدینہ حاضری پر انھوں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک پر بیعتِ اسلام کی۔ یہ تطبیق کا معاملہ نہیں ہے، بلکہ واقعاتِ قبولِ اسلام کا ایک خاص فطری، نفسیاتی اور سماجی رجحان ہے، جو بار بار نظر آتا ہے۔ عرب بدوی قبائل کے افراد کا معاملہ ہو یا خاص مکہ و مدینہ کے افراد کا یا دوسرے دیار و امصار کے افراد وطبقات کا، وہ اسلام تو دعاۃ و مبلغین کی دعوت پر لاتے تھے اور اپنے اپنے علاقوں میں اسلامی تعلیمات کے خوگر اور عامل بن جاتے تھے۔ ان کی عقیدت و شیفتگی بعد میں موقعہ ملتے ہی کشاں کشاں بارگاہِ رسالت میں لے جاتی اور وہ آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کرتے تھے۔ اہلِ سیرت اسے اسلام لانے سے تعبیر کرتے ہیں کہ ان کے نزدیک دستِ نبوی پر اسلام لانا شاید مزید شرف کا نام تھا۔۱۸؎

دوسرے وفود میں ایک کا حوالہ اسد الغابہ میں ملتا ہے کہ غزوۂ بدر کی فتح کے بعد نجاشی اور حبشی امت مسلمہ کو خوشی ہوئی۔ بعض دوسری روایات میں ہے کہ بدر کی فتح کی خوش خبری نجاشیؓ نے اپنے لوگوں کے ساتھ مہاجرینِ حبشہ کو سنائی تھی۔ بہرحال

اسدالغابہ کے مطابق مسلمانانِ حبشہ کے ایک گروہ نے نجاشیؓ سے اجازت مانگی کہ وہ زیارتِ نبوی کے لیے مدینہ جائیں۔ اجازت ملی اور وہ مرکزِ اسلام حاضر ہوئے۔ وہ وقت غزوۂ احد کا تھا۔ انھوں نے اذنِ نبوی سے غزوۂ احد میں شرکت کی سعادت پائی۔ ایسے اوربھی وفود ہوسکتے ہیں اور اگر واقعات و روایات ان کی تصدیق نہیں کرتے تو بہرحال اس حقیقت کی تائید تو کرتے ہی ہیں کہ مکی اور مدنی دونوں ادوار میں حبشی امتِ اسلامی کی تشکیل وتعمیر میں مہاجرینِ حبشہ، ان کے اپنے مبلغین اور نجاشیؓ کی دعوت وتبلیغ کا خاصا گہرا اثر پڑا تھا اور ان کے سبب سے وقتاً فوقتاً حبشی افراد وطبقات اسلام لاتے رہے تھے۔ ان کا ذکرِ خیر تراجمِ صحابہ کی کتابوں میں ملتا ہے، جسے مولانا مجیب اللہ ندویؒ نے اپنی کتاب میں جمع کردیا ہے۔ ان کے تجزیہ سے اسلام کی اشاعت کا ایک مرقع بنایا جاسکتا ہے۔۱۹۔

حضرت عمرو بن العاص سہمیؓ کا قبولِ اسلام

قریشی قائدین کے صفِ اول کے سالار، سیاست وسفارت کے اعلیٰ جان کار اور قوم وملت کے مردِ حکیم تھے حضرت عمرو بن العاص سہمیؓ، جو مختلف اسباب سے اسلام کے مخالف اور رسولِ اکرم ﷺ کے دشمن تھے اور غزوات میں مقابلہ آرائی کرتے رہے۔ مکی دور میں ان کی مخالفتِ اسلام میں سیاست وسفارت کاری اور حکمت ودانش کا مظاہرہ ان قریشی وفود میں ہوا جو مہاجرینِ حبشہ کو کسی طرح نجاشی کے عادلانہ نظام سے نکال کر قریشی مظالم کی چکی میں پیسنے کے لیے اپنی قوم کے معاند اکابر کے ساتھ کرتے رہے تھے۔ غزواتِ بدر واحد وخندق میں اپنی فوجی ناکامیوں اور رسولِ اکرم ﷺ کی قائدانہ کامیابیوں سے وہ اسی طرح دل برداشتہ ہوئے تھے جس طرح حبشہ میں اپنی سفارت کاریوں کے انجام سے۔ اس کے باوجود وہ اسلام کے بارے میں اپنی فکر ودانش کا رخ صحیح نہیں کرسکے۔ صلح حدیبیہ کے معاہدہ نے ان کو مزید شکستہ خاطر کردیا، لہٰذا وہ گوشۂ عزلت میں جابیٹھے اور یہ ان کی ناکام سیاست کا ایک نشان بن گیا۔ اس گوشہ تنہائی اور

تفکر وتدبر میں ان کو ایک خیال سوجھا کہ وہ اپنی قوم کے ساتھ حبشہ جا بسیں، تاکہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تسلّط وغلبہ کے سبب وہ حمایت وحفاظتِ نجاشی کی بنا پر محفوظ و مامون رہیں۔ اس زمانے میں بھی ان کو اسلام کا غلبہ تو نظر آرہا تھا، لیکن اس کو قبول کرنا منظور نہ تھا۔

قومی وخاندانی حمایت وتائید سے حضرت عمرو بن عاص سہمیؓ دربارِ نجاشی میں اس وقت پہنچے جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سفیر خاص حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ اپنے سفارتی وفد کے ساتھ موجود تھے، تاکہ بقیہ مہاجرینِ حبشہ کو واپس مرکز اسلام لے جاسکیں اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نکاح حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان اموی رضی اللہ عنہما سے کراکے ان کو بہ طور ام المومنین رخصت کراکے مدینہ پہنچائیں۔ ۲۰؎ دربارِ عام میں حضرت نجاشیؓ کو سفیرِ نبوی سے محوِ کلام دیکھا تو ان کے دماغ میں مخالفتِ اسلام اور عنادِ رسول کا کیڑا ابھر کلبلایا۔ انھوں نے اپنے رفقاء خاص کی تائید وحمایت سے سفیرِ نبوی کو قتل کرکے قریش کا دل ٹھنڈا کرنے کا منصوبہ بنایا اور دربار خاص اور بارگاہ خلوت میں حضرت نجاشیؓ سے اپنی قدیم دوستی اور دیرینہ تعلقات کی وجہ سے جسارت کی اور سفیرِ نبوی کو برائے قتل مانگ لینے کی درخواست کرڈالی۔ نجاشیؓ اس جسارتِ بے جا پر اتنے غضب ناک ہوگئے کہ ان کے چہرہ پر مکّا مار کر ان کی ناک لہولہان کردی اور ان کو سخت شرم سار کیا۔ نجاشیؓ نے ان کی عقل وفہم سے اپیل کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سفیر کو طلب کرتے ہو؟ حالاں کہ وہ سچے رسول ہیں اور ان کے پاس وہی ناموسِ اکبر آتا ہے جو حضرات موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام پر نازل ہوا کرتا ہے۔ ابھی تک تمہاری فراست اس حقیقت کو نہ پاسکی؟ عالمِ شرمندگی میں ان کے قلب ونظر سے بغض وعناد کے پردے اٹھ گئے اور وہ سمجھ گئے کہ اس حق کلی کو تمام عرب وعجم نے جان لیا ہے اور نجاشیؓ نہ صرف معرفتِ حق سے سرفراز ہیں، بلکہ سچے رسول پر ایمان بھی لاچکے ہیں۔ معرفتِ حق کا جلوہ دیکھتے ہی انھوں نے حضرت نجاشیؓ سے رسالتِ محمدی کی تصدیق چاہی تو وہ فوراً ملی اور اسی کے ساتھ ان کے قلب وروح میں اسلام سما گیا۔ انھوں نے شاہ حبشہ سے اسلام اور رسالت محمدی پر بیعت لینے کی درخواست کی، جو فوراً قبول ہوئی اور حضرت عمرو بن العاص مسلمان ہوگئے۔

دربارِ خاص میں حضرت عمرو بن العاص سہمیؓ کو خلعتِ شاہی سے نوازا گیا۔ روایت کا اصرار ہے کہ وہ ان کے لباس کے خون آلود ہونے کے سبب بہ طور عطیہ ملا تھا، جب کہ شاہ نجاشیؓ کا عطیہ دراصل ان کے اسلام کے خلعتِ خاص سے سرفراز کرنے کا تھا اور وہ نو مسلم کا حق بھی تھا۔ حضرت عمرو بن العاص سہمیؓ کے دل میں صرف ایک دھن سوار تھی کہ کسی صورت میں وہ سیدھے بارگاہِ نبوی میں پہنچ جائیں۔ باہر نکل کر انھوں نے رفقائے وفد سے ضروری کام کا بہانہ بنایا اور سیدھے ساحلِ سمندر پر کشتیوں کے اڈے پر پہنچے اور ایک کشتی میں سوار ہوکر روانہ ہوئے۔ شعیبہ کی بندرگاہ پر اترے، اونٹ کی سواری کی اور مرالظہر ان سے ہوتے ہوئے مقام ہدہ پہنچے تو دیگر قریشی قائدین و منصب دار حضرات خالد بن ولید مخزومی اور عثمان بن طلحہ عبدری رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوگئی، جو اسلام لانے کے لیے مدینہ جارہے تھے۔ یہ ان کے ساتھ ہوگئے۔ یہ قافلۂ ہدایت بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوا اور آپؐ کے دست مبارک پر اسلام لایا۔ یہ حضرات خالد و عثمان رضی اللہ عنہما کا اولین قبولِ اسلام تھا اور حضرت عمرو سہمیؓ کا تائیدی، کہ اسلام تو انھوں نے حضرت نجاشیؓ کے دستِ حق پرست پر قبول کیا تھا اور اسے اپنے رفقاء اور زمانے سے مخفی رکھا تھا۔

اوائل سنہ ۷ھ/ ۶۲۹ء میں حضرت نجاشیؓ کے ہاتھ پر ایک عظیم قائدِ قریش اور مدبرِ قوم کا اسلام لانا ایک سادہ واقعہ نہیں ہے، بلکہ وہ متعدد دینی اور سماجی جہات اور حکمتیں رکھتا ہے، جن سے بالعموم بحث نہیں کی جاتی۔ امامانِ سیرت و تاریخ ابن اسحاق و واقدی کی متفقہ روایت اور بعد کے دوسرے اہل سیرت و تاریخ کی تائیدی روایات سے ان کا ایک اندازہ ہوتا ہے:

اول یہ کہ حضرت عمرو بن العاص سہمیؓ اپنی تمام مخالفِ اسلام سرگرمیوں، خاص کر غزوات میں ناکامیوں کے سبب اسلام کے بارے میں سوچنے لگے تھے، خاص طور سے عظیم ترین اکابر قریش کے منظر سے ہٹنے کے بعد کہ ان کے بہ قول ان کی قیادت کی سطوت اتنی تھی کہ اپنی فکر و دانش سے کام نہ لے سکے۔

دوم: ان کے منظر سے روپوش ہونے کے بعد ان کو غور و فکر کا موقعہ ملا اور یہ

احساس پختہ تر ہوتا گیا کہ حضرت محمد ﷺ بہر حال غالب آ کر رہیں گے۔

سوم: وہ تسلّطِ محمدی اور غلبۂ اسلام سے بچنے کے راستے ڈھونڈتے رہے اور دین وایمان اور حقانیتِ محمدی کو سمجھنے کے باوجود جذبہ کو دباتے رہے۔

چہارم: حضرت نجاشیؓ کے ہاتھوں مار کھانے کے بعد ذلت ورسوائی کے شدید احساس نے ان کی مصنوعی حکمت وفراست کے پرخچے اڑادیے۔

پنجم: یہ کہ حضرت ورقہ بن نوفل اسدی کی طرح حضرت نجاشیؓ کی تصدیقِ نبوتِ محمدی نے ان سے کفر کے پردے چاک کر کے ان کو داخلِ اسلام کر دیا۔

حواشی ومراجع

۱۔ ملاحظہ کیجیے کتابِ خاک سار: 'مکی اسوۂ نبوی۔مسلم اقلیتوں کے مسائل کا حل'، اسلامک بک فاؤنڈیشن، نئی دہلی ۲۰۰۵ء کا تیسرا باب

۲۔ مثال کے طور پر ملاحظہ کیجیے: شبلی (سیرۃ النبی)، ادریس کاندھلوی (سیرۃ المصطفیٰ)، عبدالرؤف دانا پوری (اصح السیر)، سیدابوالاعلیٰ مودودی (سیرت سرورعالم)، صفی الرحمن مبارک پوری (الرحیق المختوم)، سید فضل الرحمن (ہادی اعظم ﷺ)، سید معین الحق (سیرت محمد رسول اللہ ﷺ) اور حکیم محمود احمد ظفر (سیرت خاتم النبیین) کی کتابوں میں ہجرت حبشہ کا باب۔

۳۔ سیرت نبوی پر خاک سار کی کتب ومقالات کی فہرست اس کی بیش تر کتابوں کے آخر میں دے دی گئی ہے۔

۴۔ ابن اسحاق/ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، حمدی طباعت، مکتبۃ المورد، قاہرہ ۲۰۰۶ئ، ۱/۲۰۴ ومابعد ؛ سہیلی، الروض الانف، مرتبہ عبدالوکیل، قاہرہ، غیر مورخہ، ۳/۲۰۳-۲۱۵ ومابعد؛ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، دار صادر بیروت، ۱۹۵۷ئ، ۱/۲۰۳-۲۰۸؛ ابن سیدالناس، عیون الاثر، قاہرہ ۱۹۲۷ئ، ۱/۱۵۱-۱۵۸؛ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، مصر ۱۹۳۲ئ، ۳/۶۶-۷۹؛ نیز بخاری/فتح الباری: ۷/۲۳۵-۲۳۸ ومابعد؛ بلاذری، انساب الاشراف، قاہرہ ۱۹۵۹ئ، ۱/۱۹۸-۲۰۵

۵۔ افراد و شخصیات اور بلاد و امصار کے بارے میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکمت آمیز و دور بیں تبصرے اور بیانات دو مستقل تحقیقی موضوعات بن سکتے ہیں اور خاک سار راقم کے پیش نظر بھی ہیں۔

۶۔ ابن اسحاق/ ابن ہشام، سہیلی، بخاری، فتح الباری وغیرہ کے مباحث ہجرتِ حبشہ میں وارد روایات کا تجزیہ راقم نے اپنی کتاب 'مکی اسوۂ نبوی' میں کیا ہے۔ نجاشی کے نام نامۂ نبوی کا ذکر ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے طبری کے حوالے سے کیا ہے۔

۷۔ ابن ہشام، ۲/ ۳۶۰-۳۶۱؛ سہیلی، ۳/ ۲۴۸ وغیرہ؛ فتح الباری، ۷/ ۲۳۷-۲۳۸ اور ۶۰۵-۶۰۸؛ ابن کثیر ۳/ ۷۰-۷۱؛ مودودی، ۲/ ۵۹۲ ومابعد بحوالہ ابن عساکر و طبرانی۔

۸۔ ابن ہشام، ۱/ ۳۵۷؛ سہیلی، ۳/ ۲۴۴؛ مودودی، ۲/ ۵۶۹؛ مکی اسوہ نبوی، ۱۲۰-۱۲۲

۹۔ ابن اسحاق/ ابن ہشام، ۳/ ۲۲۹-۲۳۵ وغیرہ؛ مکی اسوہ نبوی، حوالہ سابق

۱۰۔ ابن اسحاق کے علاوہ بلاذری میں قریشی مہاجرین کی تعداد چالیس بیان کی گئی ہے۔ فتح الباری، ۷/ ۶۰۷ میں اس پر مزید بحث ہے۔

۱۱۔ حدیث بخاری (۴۲۳۰) میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے مطابق ان کی قوم کے بضع و خمسین (پچاس سے زائد) ثلاثة و خمسین (ترپن) یا اثنین و خمسین (باون) افراد کی تعداد تھی۔ کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر؛ فتح الباری، ۷/ ۶۰۵-۶۰۷ ومابعد وغیرہ۔ بحث حافظ ابن حجر میں پچاس اشعریوں کے علاوہ چھ افراد قبیلہ/ خاندان عک کے بھی ان کے ساتھ تھے، جو حافظ ابن مندہ کی اس روایتِ بخاری کا دوسرا طرف ہے اور جسے امام ابن حبان نے صحیح قرار دیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے اس کی تطبیق کی ہے۔ اصل روایتِ بخاری میں مردوں (رجال) کی تعداد ہے اور ان میں بالعموم عورتوں اور بچوں کو شامل نہیں کیا جاتا، جیسا کہ عرب راویوں، سیرت نگاروں اور محدثین کرام کا عام طریقہ ہے۔ ابن سعد، ۲/ ۱۶۸۔ وفد الاشعریین میں پچاس اشعری اور صرف دو عکی مردان کار (رجال) کا ذکر ہے۔ ایسے اختلافات اور بھی ہیں، جن پر بحث کا یہ موقع نہیں ہے۔

۱۲۔ حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ کے ایک سے زیادہ وفود لے جانے کا ذکر ملتا ہے۔ وہ

مکی دور سے مدنی دور تک کئی بار فرامینِ نبوی دربارِ نجاشی میں لے گئے تھے۔ ظہور احمد اظہر، حوالہ بالا، ۱۸۶ و ما بعد اور ۱۹۰ و ما بعد میں ان کے وفود پر بحث ہے اور دوسرے معاملات پر بھی، خاص کر حضرت نجاشیؓ کی خاطر مدارات اور تحفظ و مراعات پر۔ لیکن اس پر کافی اضافہ کیا جا سکتا ہے۔

۱۳۔ مکی اسوۂ نبوی، ۱۲۸-۱۳۱ جس کے مآخذ یہ ہیں:
ابن کثیر، ۳/ ۷۰: ''فأنا أشهد أنه رسول الله وأنّه الذى بشّر به عيسىٰ، ولولا ماأنا فيه من الملك لآتيه حتى أقبّل نعليه''، ۳/ ۷۲، بہ روایت حافظ ابونعیم؛ ۳/ ۷۷ میں ان کی وصیت کی دستاویز کے لیے۔ بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب موت النجاشی؛ فتح الباری، ۷/ ۲۴۰-۲۴۱؛ کتاب الجنائز، مختلف ابواب، مسلم، کتاب الجنائز؛ نیز ابن ہشام، ۱/ ۳۶۱ و ما بعد؛ سہیلی، ۳/ ۳۴۸-۳۵۲ وغیرہ۔ نیز ظہور احمد اظہر کے دو ابواب ۴۲-۸۷۔

۱۴۔ قرآن مجید کی متعدد مکی اور مدنی آیات کریمہ میں انبیاء کرام کی بشارتیں اور ان کی کتابوں اور صحف میں آپ کا ذکر خیر ملتا ہے۔ جیسے سورۂ فتح کی آخری آیت: ''مُحَمَّد رَّسُولُ اللهِ الخ؛ سورۂ صف: ۶ میں بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام: ''وَمُبَشِّراً بِرَسُولٍ يَاتِي مِن بَعدِى اسمُه أحمَد''؛ سورۂ اعراف: ۱۵۷: ''۔۔۔ يَجِدُونَه مَكتُوباً عِندَهُم فِي التَّورَاةِ وَالانجِيل الخ وغیرہ۔ ابن اسحاق/ ابن ہشام، ۱/ ۱۵۳: صفة رسول الله صلى الله عليه وسلم من الانجيل؛ نیز اس کے بعد کا باب، ۱/ ۱۵۴، جو انبیاء سے میثاق الٰہی کا ذکر کرتا ہے۔ حضرت ورقہ بن نوفل اسدیؓ کی تصدیق رسالتِ محمدی ایک مصدّقہ واقعہ ہے۔ دوسرے 'احناف' میں سے بھی بعض نے اس کی تصدیق کی۔ حضرت ورقہؓ کے اسفارِ تلاشِ حق اور متعدد احبار و علماء سے ملاقاتیں اور دوسرے احناف کے اسفار بھی بعثت کی خبر پھیلانے کا باعث بنے تھے۔ حضرت سلمان فارسیؓ کے قبولِ اسلام کے ضمن میں متعدد عیسائی علماء اور رہبان نے آپؐ کی آمد کی بشارت دی تھی اور اسی کی وجہ سے حضرت سلمان فارسیؓ نے عرب کا رخ کیا تھا کہ اسی کے ایک مقام موعود پر رسول آخر الزماں کا ظہور ہوگا۔ ابن ہشام، ۱/ ۱۵۶-۱۵۷؛ اور